جہیز کی شرعی حیثیت

سیدہ سعدیہ*

نبی محترم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کامل ضابطہ حیات عطا فرما کر آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو دائمی اور آفاقی قرار دیا نیز شعبہ ہائے زیست کا کوئی پہلو ایسا نہیں جہاں آقا دو جہاں ﷺ نے رہنمائی نہ فرمائی ہو یا کوئی پہلو تشنہ چھوڑا ہو۔ آپ ﷺ نے عائلی زندگی میں بھی امت کے لیے کامل نمونہ چھوڑا ہے۔ نکاح جو انبیاء علیھم السلام کی سنت ہے اور معاشرتی زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے اسلام میں یہ عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ اسلام نے اس کی معاشرتی ، اخلاقی، روحانی، طبی مقاصد واہمیت کے سبب اس پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن کریم اور سنت نبی کریم ﷺ نے عائلی زندگی سے متعلقہ تمام مسائل جن میں مہر اور، نان ونفقہ کی تعین، اولاد کی تعلیم و تربیت اور ان کے حقوق کی ادائیگی، ان کے شادی بیاہ کے معاملات، ازواج کے درمیان برابری، ان کی تربیت، اور ان متعلقہ دیگر اہم معاملات و مسائل اور جزئیات کے بارے میں جو تعلیمات عطا کی ہیں وہ تمام زبوں حال ذریت آدم کے لیے تا قیامت مشعل راہ ہیں۔ آپ ﷺ نے کامیاب ازدواجی زندگی گزار کر افراد امت کو یہ تعلیم دی ہے کس طرح ایک بھرپور، کامیاب اور پرسکون عائلی وازدواجی زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں اس مکمل ضابطہ حیات کی موجودگی کے باوجود عصر حاضر میں عائلی زندگی کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جو خاندانی نظام کے استحکام و پائیداری کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ بھی ہیں، بعض اوقات خاندانی ادارہ کے عدم وجود کا باعث بھی ہیں نیز عائلی زندگی کے یہ مسائل معاشرے میں وبائی مرض کی مانند سرایت کر چکے ہیں جو ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں انہی مسائل میں ایک اہم معاشرتی مسئلہ شادی کے موقع پر جہیز دینے کی رسم ہے۔

جہیز ایک ثقافتی رسم کے طور پر ہمارے معاشرے میں نافذ ہے برعظیم پاک وہند میں مشترکہ معاشرت کے بہت سے اثرات مسلم تہذیب وثقافت اور معاشرت پر براہ راست پڑے جس کے باعث بہت سی رسومات مسلمان معاشرت کا حصہ بن گئیں انہی رسومات میں سے ایک رسم جہیز بھی ہے جو مسلمان معاشرت اور اسلامی تہذیب وثقافت پر کافی حد تک اثر انداز ہوئی ہے۔ بدقسمتی سے قیام پاکستان کے بعد بھی ہمارے معاشرے میں شادی بیاہ کے موقع پر اس رسم کی پابندی کو شادی کا جزو لاینفک تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ جس معاشرے سے یہ رسم آئی تھی وہ تو

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور پاکستان

اس کے بھیانک انجام کو دیکھ کر پابندیاں لگا رہا ہے ہیں اور ہم مسلمان ہو کر اس کو تحفظ اور دوام بخش رہے ہیں۔ ہم نے اسے شادی کا ایک ایسا لازمہ تصور کرلیا ہے جس کے بغیر شادی ہی نہیں ہوسکتی اور جس کی وجہ سے معاشرہ میں کئی ایک معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور نفسیاتی برائیاں جنم لے رہی ہیں۔ (۱) یہ مسائل فی الحقیقت اسلامی تعلیمات سے روگردانی وانحراف ہی کا نتیجہ ہیں۔لہذا مقالہ ہذا میں شادی کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ جہیز کی شرعی حیثیت کے حوالے سے بات کی جائے گی۔اس سلسلے میں سب سے پہلے لفظ جہیز کے مفہوم کا جائزہ لیا جائے گا۔

جہیز کا معنی ومفہوم:

لفظ جہیز عربی زبان کے لفظ جهاز سے نکلا ہے اور اس کا مصدر تجهيز ہے۔جس کا مطلب ہے سازوسامان۔ یہ لفظ مطلقا تیاری پر بولا جاتا ہے۔

ابن منظور افریقی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

۱۔ جب ایک جماعت کے لئے رخصت مہیا کیا جائے تو کہیں گے۔جهز القوم

۲۔ اسی طرح جهز الغازی کا مطلب ہے غازی کیلئے سامان حرب مہیا کرنا

۳۔ جهز فلانا کے معنی ہیں فلاں کے لئے رخت سفر تیار کرنا،

۴۔ جهز العروس کے معنی ہیں دلہن کا سامان مہیا کرنا۔

۵۔ جهزا لميت کا معنی ہے مردے کے کفن وغیرہ کا سامان مہیا کرنا۔(۲)

المنجد میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

الجهاز للبيت او للسائر وللعروس مايحتا ج اليه (۳)

یعنی جهاز گھر یا مسافر یا دلہن کے لئے وہ سامان ہے جس کی احتیاج ہوتی ہے۔

مفردات القرآن میں ہے:

الجهاز ما يعد من متاع وغيره والتجهيز حمل ذلك او بعثه(٤)

جہاز اس سامان وغیرہ کو کہا جاتا ہے جو (کسی کے لئے) تیار کیا جاتا ہے اور تجهيز کا معنی اس سامان کو اٹھانا یا بھیجنا۔

نوراللغات کے مطابق:

وہ اسباب جو لڑکیوں کو شادی کے وقت مائیکے سے ملتا ہے.(۵)

ان تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ جهيز کا مطلب کسی مقصد کے لیے تیاری کرنا، سازوسامان مہیا کرنا کے

ہیں۔

جہیز کی مروجہ مفہوم وتعریف:

ہمارے معاشرے میں جہیز سے مراد وہ سامان زیست ہوتا ہے جو شادی بیاہ کے موقع پر دلہن کے ہمراہ کیا جاتا ہے۔ یہ ایک قدیم رسم ہے اور ہر ملک اور علاقہ کی اس حوالے سے مخصوص صورتیں ہیں۔ عموما جہیز زیورات، نقدی، فرنیچر، پارچہ جات، ظروف، اور دیگر اشیاء پر مشتمل ہوتا ہے۔(٦)

Dowry is the property which a man recieves when he marries, elther from his wife or from her family.(7)

جہیز ایک جائیداد ہے جو مرد بوقت شادی اپنی زوجہ سے یا اس کے خاندان سے حاصل کرتا ہے۔

سید سابق اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

الجهاز هو الاثاث الذى تعده الزوجة هى و اهلها ليكون معها فى البيت اذ دخل بها الزوج۔(٨)

جہیز وہ سامان ہے جسے عورت خود اور اس کے ورثاء تیار کرتے ہیں تا کہ جب وہ بیاہ کر خاوند کے گھر جائے تو یہ سامان اس کے ہمراہ جائے۔

مزید لکھتے ہیں:

وقد جرى العرف على ان تقوم الزوجة واهلها باعداد الجهاز و اثاث البيت وهو اسلوب من اساليب ادخال السرور على الزوجة بمناسبة زفافها (٩)

یہ ایک عرف ہے کہ بیوی اور اس کے گھر والے جہیز اور گھر کا ساز وسامان تیار کرتے ہیں اور دوسرے یہ کہ عورت کے نئے گھر میں جانے کی مناسبت سے اس عورت کو خوش کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

السید السابق اس حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

وهذا مجرد عرف جرى عليه الناس (١٠)

یہ صرف ایک عرف ہے جو لوگوں میں جاری ہے۔

ہمارے معاشرے میں شادی کے موقع پر دلہن کو اعزہ و اقارب اور والدین کی جانب سے دیئے جانے والے تحائف و سامان دینے کی جو مروجہ رسوم ہیں وہ سب کم وبیش جہیز ہی کے زمرے میں آتی ہیں۔

Dowry is regarded as a gift in cash or kind given to the

bridegroom, or to his family members,during,before,or after the solemnization of marriage.(11)

جہیز رقم یا کسی چیز کی صورت میں ایک تحفہ ہے جو دلہا یا اس کے اہل خانہ کو شادی کے دوران یا شادی سے قبل یا شادی کی تقریبات کے اختتام پر دیا جاتا ہے۔

ان تمام تعریفات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مروجہ رسم جہیز سے وہ سامان مراد ہے جو شادی کو موقع پر خواہ وہ عین شادی کے موقع پر دیا جائے، یا کچھ دن قبل یا شادی کی تقریبات کے دوران۔

برعظیم میں رسم جہیز کا تاریخی پس منظر:

ہمارے معاشرے میں جہیز کے بغیر شادی کا تصور بھی محال ہے۔ اگر غور کیا جائے تو حقیقتاً یہ اسلام کے قانون وراثت سے فرار ہے۔ اور یہ رسم ہم نے ہندو معاشرے سے لی ہے اور پوری شدو مد سے ہم نے اس کی پابندی کی ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت اسے سنت قرار دے کر اسے دین کا حصہ تصور کرتے ہیں۔ دراصل یہ ایک مغالطہ ہے جس میں افراد معاشرے کی ایک بڑی تعداد مبتلا ہے۔

علامہ وحید الدین لکھتے ہیں:

شادی میں جہیز دینے کی رسم ہندوستانی مسلمانوں میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ نہ صرف یہ کہ اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، یہ رسم ہندوستان اور پاکستان کے سوا دوسرے مسلم ملکوں میں بھی نہیں پائی جاتی۔ برصغیر ہند کے مسلمانوں میں یہ رسم یقینی طور پر ہندوؤں سے آئی ہے ہندو لوگ، اپنے قدیم قانون کے مطابق، بیٹی کو وراثت میں حصہ نہیں دیتے تھے، اس کی تلافی لیے یہ رواج پڑ گیا کہ شادی کے موقع پر لڑکی کو زیادہ سے زیادہ دیا جائے۔ چنانچہ وہ جہیز کے نام پر بیٹی کو اپنی دولت کا زیادہ سے زیادہ حصہ دینے لگے۔(۱۲)

جہیز کی تاریخ کے متعلق Dr Altekar اپنی کتاب The Position Of Women In Hindu Civilization میں لکھتے ہیں:

Dowery system, therefore was generally unknown in early societies , and the same was the case with ancient Hindus.In rich and royal families some gifts used to be given to sons-in-law at the times of marriage.(13)

(جہیز کا تصور ابتدائی ہندو معاشرے میں عام طور پر غیر معروف تھا اور یہی حال قدیم ہندوؤں کا بھی تھا۔ امیر اور شاہی خاندانوں میں (البتہ) شادی کے موقع پر چند تحفے دامادوں کو دینے کا رواج

تھا۔)

جہیز کا تصور کیسے پیدا ہوا؟ ہندو معاشرے میں لڑکی کی رخصتی کے موقع پر اس کی تالیف قلب کے لیے چیزیں دی جانے لگیں۔ تاہم شادی سے پہلے کسی قسم کے مطالبہ یا تقاضے کا اس سلسلے میں کوئی جواز بالکل نہیں تھا۔ بقول ڈاکٹر موصوف:

> جہیز کا رواج نکاح کے تصور میں بطور ایک تحفہ مربوط ہوگیا (تاکہ لڑکی کی تالیف قلب ہوسکے) اور یہ تحفہ نقدی یا سونے کی شکل میں ہوا کرتا تھا جو برائے نام (معمولی قسم کا) ہوتا اور نکاح کے انعقاد میں رکاوٹ نہیں بنتا تھا۔ مگر معاشرتی برائی کی حیثیت سے اس کا عروج تیرہویں اور چودہویں صدی عیسوی میں راجپوتانہ میں ہوا اور انیسویں صدی کے وسط میں اس کے رواج نے ایک اہانت آمیز شکل اختیار کرگیا اور گزشتہ پچاس ساٹھ سال کے دوران جہیز ایک نفع بخش کاروبار کا روپ دھار چکا ہے۔(۱۴)

البتہ مسلمانوں میں مروجہ جہیز جو سنت سمجھ کر دیا جاتا ہے وہ دراصل حضرت فاطمہؓ کو شادی پر آپ ﷺ کی جانب سے دیے جانے والے سامان کی نوعیت کے بارے میں مغالطہ کی وجہ سے ہے۔ اس سلسلے میں جو روایات آئیں ہیں ذیل میں ان کی تفصیلات اور اس سامان کی نوعیت واضح کی جاتی ہے۔

حضرت فاطمہؓ بنت محمد ﷺ کا جہیز:

جو جہیز نبی کریم ﷺ نے خاتون جنت کو عطا فرمایا اس کی تفصیلات روایات میں آئیں ہیں۔

> عن علی انه قال جهز رسول الله ﷺ فاطمه فی خمیل و قربة و وسادة ادم حشوها اذخر(۱۵)
>
> حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو سامان مہیا کیا ایک چادر، مشکیزے، اور ایک تکیہ جس میں جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی۔

جہیز کا لفظ آج جس معنی میں بولا جاتا ہے عہد رسالت مآب ﷺ میں اس معنی کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔ جہیز کے سنت ہونے کی غلط فہمی اس روایت سے پیدا ہوئی ہے جو ابھی مذکور کی گئی ہے۔

یہ روایت جس عنوان کے تحت آئی ہے وہ یہ ہے جہاز الرجل ابنته اور اس کا ترجمہ یہ دیا گیا ہے اپنی بیٹی کو جہیز دینے کا بیان۔(۱۶)

لہذا جب جہاز کا ترجمہ جہیز کیا جائے گا تو جہیز کو سنت ماننے کا مفہوم پیدا ہو جائے گا، چونکہ جہیز ہمارے معاشرے میں ایک مخصوص معنی میں مستعمل ہے اس وجہ سے ایک التباس پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ جبکہ از روئے

لغت الجہاز سفری سامان کو کہا جاتا ہے۔سفری سامان چونکہ مسافر کا زادراہ ہوتا ہے اس لئے بعدازاں یہ ہراس سامان کے لیے مستعمل ہو گیا جس کی کسی کو ضرورت ہو۔اور تجہیز کا لفظ سامان سفر کے اٹھانے یا بھیجنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ولما جهزهم بجهازهم (۱۷)

اور جب ان کے سامان سے تیار کر دیا۔

جہیز کے انہی معنی کی رو سے اس روایت کو جس میں جھز کا لفظ استعمال ہوا ہے موجودہ زمانے میں بیٹیوں کو دیا جانے والا سامان تصور کیا گیا۔

روایت کے الفاظ یوں ہیں:

عن علیؓ " ان رسول الله ﷺاتی علیاً وفاطمةؓ وهما فی خمیل لهما و الخمیل القطیفة البیضاء من الصوف قد کان رسول الله جهزهما بها ووسادة محشوة اذخراوقربة "(۱۸)

(حضورﷺ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے اور وہ دونوں ایک سفید اونی چادر میں تھے جو آپ نے انہیں عنایت کی تھی۔)

اگراس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا جائے تو جہیز کا جو مفہوم ہمارے ہاں مروج ہے وہ بالکل اخذ نہیں ہوتا، کیونکہ اگر جہیز کا مروجہ مفہوم مراد لیا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ آپﷺ نے اپنی بیٹی کے علاوہ اپنے داماد کو بھی جہیز دیا جبکہ یہاں یہ مفہوم عقلا اور نقلا ہر دو لحاظ سے غلط ہے۔ کیونکہ اس حدیث مبارکہ میں تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔اسی طرح ایک اور روایت میں بیان ہے:

عن عبد الله بن عمرو، قال لما جهز رسول الله ﷺ فاطمه الیٰ علی بعث معها بخمیل۔ قال عطاء ما الخمیل۔ قال قطیفة۔ ووسادة من ادم حشوها لیف و اذخر و قربة۔ کانا یفترشان الخمیل و یلتحقان بنصفه۔(۱۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کرتے ہیں کہ ے جب رسول اللہﷺ نے فاطمہؓ کے نکاح کے بعد ان کو حضرت علیؓ کے یہاں بھیجا تو ان کے ساتھ ایک خمیل تھا۔ عطا راوی نے پوچھا کہ خمیل کیا ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ چادر۔اور رسول اللہﷺ نے ان کو چمڑے کا ایک تکیہ دیا جس کا بھراؤ کھجور کی چھال اوراذخر تھا اور ایک مشکیزہ۔ وہ دونوں اس چادر کا آدھا حصہ بچھاتے اور آدھا اوڑھ لیتے تھے۔

عن اسماء بنت عمیس قالت لمااهدیت فاطمه الی علی بن ابی طالب لم نجد فی بیته الا رملا مبسوطاو وسادة حشوها لیف و جرة و کوزا(۲۰)

حضرت اسماء بنت عمیسؓ کہتی ہیں کہ فاطمہؓ جب رخصت کرکے علی کے یہاں بھیجی گئیں تو ہم نے ان کے گھر میں اس کے سوا کچھ نہ پایا کہ وہاں ریت بچھی ہوتی تھی۔اور ایک تکیہ تھا جس کا بھراؤ کھجور کی چھال تھا۔اور ایک گھڑا تھا اور ایک پانی پینے کا پیالہ۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ سامان حضرت علیؓ کی زرہ کی رقم سے خریدا گیا تھا جو انہوں نے حضرت عثمانؓ کو فروخت کی تھی۔(۲۱)

مواهب اللدنیه میں امام قسطلانیؒ حضرت فاطمہؓ کی شادی کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ جب حضرت علیؓ نے رسول خدا ﷺ سے حضرت فاطمہؓ سے شادی کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس حق مہر کے لیے کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کچھ نہیں۔آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تمہاری حطمی زرہ کہاں ہے اسے فروخت کردو۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ حضرت عثمان کے ہاتھ ۴۸۰ درہم میں فروخت کی۔بعض روایات کے مطابق حضرت عثمان نے آپ کی زرہ خریدی اور بعد میں حضرت علیؓ کو ہدیہ کردی۔حضرت علیؓ نے زرہ کی قیمت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو بلایا اور کچھ درہم انہیں دے کر فرمایا کہ اس رقم سے جناب فاطمہؓ کے لئے خوشبو اور گھر کی ضروری اشیاء خرید کر لاؤ(۲۲)

حضرت فاطمہؓ کو جو اشیاء جہیز کی صورت میں دی گئیں ان کا تذکرہ مختلف سیرت نگاروں نے کیا ہے یہ جہیز جن اشیاء ضروری پر مشتمل تھا وہ یہ تھیں:

۱۔ایک سفید قمیص
۲۔ایک بڑی چادر سر ڈھانپنے کیلیے
۳۔ایک سیاہ خیبری حلہ
۴۔ایک چارپائی جو کھجور کے لیف سے بنی ہوئی تھی
۵۔دو عدد توشک گدے کہ ایک میں بھیڑ کی پشم بھرئی گئی تھی جبکہ دوسری میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے
۶۔ایک عدد چٹائی
۷۔ایک عدد دستی چکی
۸۔ایک تانبہ کا پیالہ

۹۔ پانی بھرنے کیلئے ایک عدد چمڑے کی مشک

۱۰۔ کپڑے دھونے والا ڈنڈا

۱۱۔ دودھ کے لئے ایک عدد پیالہ

۱۲۔ پانی پینے کا ایک عدد پیالہ

۱۳۔ ایک پشمی پردہ

۱۴۔ ایک عدد لوٹا

۱۵۔ ایک عدد مٹی کا برتن جسے صراحی (سبو) کہا جاتا ہے

۱۶۔ فرش پر بچھانے کے لئے ایک عدد چمڑا

۱۷۔ دو عدد کوزے

۱۸۔ چار عدد تکیے جو بھیڑ کے چمڑے سے بنائے گئے تھے کی جن کو اذخر نامی خوشبودار گھاس سے بھرا گیا تھا۔

۱۹۔ ایک عدد عبا (۲۳)

اس تمام تفصیل سے یہ ثابت ہوتا کہ کس قدر ضروری سامان تھا جو سیدہ فاطمہؓ کو عطا فرمایا گیا تھا۔

ایک شیعہ عالم بھی اس حوالے سے ایک روایت نقل کرتے ہیں اس میں مذکور ہے: کہ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ جب زرہ بیچ کر رقم آپ کی جھولی میں ڈال دی تو آپ ﷺ نے اس میں سے دو مٹھی بھر کر حضرت ابوبکرؓ کے حوالے کیں اور فرمایا اس رقم سے فاطمہؓ کے لئے کپڑے اور گھر کا سامان خریدو۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت عمار بن یاسرؓ اور دیگر صحابہ بازار گئے۔ باقی صحابہ مختلف اشیاء حضرت ابوبکرؓ کو دکھاتے اور مشورہ طلب کرتے۔ جس چیز کو حضرت ابوبکرؓ پسند فرماتے وہ خرید لی جاتی۔ چنانچہ اس طرح ایک قمیص، ایک اوڑھنی، ایک خیبری سیاہ چادر، ایک بنی ہوئی چادر، ایک بنی ہوئی چارپائی، بستر کے دو گدے، ایک گرم کپڑا، ایک چمڑے کا مشکیزہ، اور دودھ کے واسطے ایک لکڑی کا، اور پانی کے لئے ایک مٹی کا کوزا خرید لیا گیا۔ یہ سامان جب آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی:

بارك الله لاهل البيت(٢٤)

یہ روایت بھی واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ صرف انتہائی ضرورت کا سامان تھا جو آپ ﷺ نے خاتون جنت کے لئے ان کے مہر کی رقم سے مہیا کیا تھا۔

عن عائشةؓ وام سلمةؓ قالتا امرنا رسول الله ﷺ ان تجهز فاطمة حتى ندخلها على فعمدنا

الی البیت ففر شناہ ترابا لینا من اعراض البطحاء، ثم حشونا مرفقتین لیفا، فنفشناہ بایدنا ،ثم اطعمنا تمرا و زبیبا ، و سقیناہ ماء عذبا، و عمدنا الی عود فعرضناہ فی جانب البیت لیلقی علیہ الثوب و یعلق علیہ السقاء، فما راء ینا عرسا احسن من عرس فاطمہ۔(۲۵)

حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم فاطمہؓ کو تیار کر کے علیؓ کے پاس داخل کر دیں۔ چنانچہ ہم اس تیاری کے ضمن میں گھر کی طرف متوجہ ہوئیں۔اسے سرزمین بطحا کی مٹی سے لیپا پوتا۔

یہ سادہ سا حسن انتظام عمدہ بلکہ بہترین سامان و نظام رخصتی تھا جو دونوں ازواج مطہرات کے انتظام و مشاہدہ پر مبنی تھا۔(۲۶)

گویا انہوں نے یہ کہنا چاہا ہے کہ جس کسی کی شادی میں اتنی چیزیں بھی میسر آ جائیں وہ اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھے۔لیکن آج ہم نے شادی بیاہ کو اپنی بد عملی کے باعث خواہ مخواہ ایک زحمت کی چیز بنا لیا ہے۔

ان تمام تصریحات سے ثابت ہوتا ہے جہیز کا لفظ مروجہ مفہوم میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ جہیز کا معنی سادہ سا سامان تیار کرنا ہے۔ رسول ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ اپنی تین اور بنات کی بھی شادیاں کیں، ان کی شادی کے موقع پر دیئے جانے والے سامان جہیز کا جائزہ لیتے ہیں۔

دیگر بنات رسول ﷺ کا جہیز اور فاطمہؓ کو دیئے جانے والے سامان کی نوعیت:

رسول اللہ ﷺ خاتون جنت کے علاوہ تین اور بنات کے والد بھی تھے آپ ﷺ نے ان کے بیاہ بھی کیے۔مگر اس قسم کی کوئی روایت نہیں ملتی جس سے معلوم ہو سکے کہ آیا اس قسم کا جہیز آپ ﷺ نے ان صاحبزادیوں کو بھی دیا تھا۔ اگر جہیز حقیقتاً سنت نبوی ﷺ ہوتا تو آپ ﷺ اپنی بقیہ صاحبزادیوں کو بھی ضرور جہیز عطا فرماتے۔ کتب سیرت و کتب تاریخ دونوں میں اس حوالے سے کوئی معمولی سا تذکرہ بھی موجود نہیں ہے۔ صرف حضرت زینبؓ کے بارے میں ایک روایت کا تذکرہ ملتا ہے کہ آپؓ کی رخصتی کے موقع پر حضرت خدیجہؓ نے ان کو ان کی رخصتی پر دیا تھا۔ چنانچہ جب غزوہ بدر کے موقع پر جب ان کے شوہر ابوالعاص اسیر ہو کر آئے تو انھوں نے یہی ہار فدیہ کے طور پر بھیجا جب آپ ﷺ نے یہ دیکھا تو آپ ﷺ اسے پہچان گئے اور آپ ﷺ کا دل پسیج گیا اور حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو یاد آئیں۔ آپ ﷺ نے ابوالعاص کو بلا فدیہ چھوڑ دیا اور زینبؓ کا ہار انہیں واپس کر دیا۔(۲۷)

کتب سیرت و تاریخ میں جہاں ہم بنات رسولؐ کے بارے میں بہت سی تفصیلات ملتی ہیں وہاں اس حوالے سے کوئی بیان نہیں ملتا جس سے معلوم ہو سکے کہ آپؐ نے اپنی ان بیٹیوں کو کوئی سامان جہیز عنایت فرمایا تھا۔

حضرت فاطمہؓ کو دیے جانے والے سامان کی نوعیت، اس جہیز کی مروجہ رسوم کے برعکس تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ حضرت علیؓ کے سرپرست تھے اوران کی کفالت کیا کرتے تھے۔ ایام طفولیت ہی سے ان کے تمام اخرجات بذمہ نبی کریم ﷺ تھے، اس لئے آپ ﷺ کا یہ ضروری سامان مہیا کرنا قدرتی امر تھا تاکہ حضرت علیؓ وحضرت فاطمہؓ اپنی نئی زندگی شروع کرسکیں۔ نیز روایات سے ثابت ہے کہ جو سامان حضرت فاطمہؓ کے ہمراہ کیا گیا تھا وہ حضرت علیؓ کی جانب سے عطا کردہ مہر کی رقم سے خریدا گیا تھا۔ اور یہ سامان فراہم کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی تھی کہ فاطمہؓ اور علیؓ ایک نئے گھر میں منتقل ہوئے تھے اس لیے انہیں یہ ضروری سامان مہیا کیا گیا تھا۔ اگر یہ جہیز ہوتا تو نبی کریمؐ اپنی دیگر بنات کو بھی ضرور ایسا جہیز عطا فرماتے۔

انہی روایات میں سے مناقب الاخطب خوارزم کی روایات میں حضور ﷺ نے ایسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جن سے اچھی طرح مترشح ہوتا ہے کہ یہ سامان مروجہ سامان جہیز نہیں تھا بلکہ ایک ضرورت تھی۔ جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جا اور اپنی زرہ بیچ کر رقم میرے پاس لا (حتیٰ اھی لك ولا ابنتی فاطمة مایصلحکما ۔۔۔الخ) تاکہ میں تمہارے لئے اور اپنی بیٹی فاطمہ کے لئے وہ سامان تیار کروں جس کی تمہیں ضرورت ہوگی۔ (۲۸)

آنحضرت ﷺ نے اپنی بیٹی کو جو کچھ دیا وہ چونکہ علیؓ کے مہر کی رقم سے خرید کر دیا تھا، بایں صورت اسے بری (وہ سامان جو دولہا کی جانب سے شادی کے موقع پر دلہن کو دیا جاتا ہے) کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مقابلتاً جہیز کے۔ (۲۹)

ایسا سمجھنا اس لئے بھی ضروری ہے اگر حضرت فاطمہؓ کے لئے آپ ﷺ کا مہر دیا جانا تسلیم کرلیا جائے تو یہ خلاف عدل محسوس ہوتا ہے جو آپ ﷺ کی ذات والا صفات سے بعید ہے۔ (۳۰)

غزوہ خیبر کے موقع پر دوران سفر نبی محترم ﷺ حضرت صفیہؓ بنت حی کے ساتھ نکاح کا تذکرہ والی روایت میں بھی جھز کا لفظ یوں بیان کیا گیا ہے:

حتی اذاکان بالطریق جھز تھالہ ام سلیم فاھدتھا الیه من الیل۔۔۔الخ (۳۱)

جب آپ ﷺ نے رستے میں قیام کیا تو حضرت ام سلیم نے آپ ﷺ کے لیے حضرت صفیہؓ کو تیار کیا اور رات کے وقت آپ ﷺ کے پاس بھیج دیا۔

اس روایت میں جو جہیز کا لفظ آیا ہے اس سے کسی بھی طرح جہیز کا مروجہ مفہوم مراد نہیں لیا جاسکتا۔

غرض ان ملاحظات سے بخوبی واضح ہوگیا اسلامی شریعت میں جہیز کی کوئی اہمیت نہیں ہے، بلکہ اگر اہمیت

ہے تو مہر کی ہے۔مگر موجودہ دور میں اس کے برعکس جہیز نقد اور مہر ادھار ہو کر رہ گیا ہے جو ایک جاہلی طریقہ ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ جس چیز کو اسلامی شریعت میں فرض قرار دیا ہے اس کی تو موجودہ مسلمان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے، مگر جس چیز کوئی اہمیت ہی نہیں ہے اس پر اصرار ہے۔تو یہ قانون الٰہی کے ساتھ ایک مذاق ہے جو غضب الٰہی کو دعوت دینے والا ہے۔(۳۲)

بغور دیکھا گیا ہے کی رسموں کی بناء اور اصل تفاخر ہے۔حتیٰ کی جو شے جہیز میں دی جاتی ہے اس کی اصل بھی یہی ہے۔ درحقیقت برادری کو دکھلانے سے مقصود محض غور و نمائش اور تفاخر کا اظہار کرنا ہے تاکہ برادری میں ہماری ناک اونچی رہے۔حالانکہ شریعت اسلامیہ میں جہیز کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

جہیز کی شرعی حیثیت:

اسلام ہمیں تمام، شعبہ ہائے زیست کے بارے میں مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کے بارے قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ سے ہدایت نہ ملتی ہو۔ انھی عطا کردہ ہدایات کی روشنی میں کوئی فقہا کرام و آئمہ اور مجتہدین اسلام نے کوئی فروعی اور جزوی مسئلہ ایسا نہیں چھوڑا جس کے بارے میں شریعت اسلامیہ کا ضابطہ اور تفصیلات نہ بتائی گئی ہوں نیز انھوں نے حیات انسانی کے جہاں دیگر پہلوؤں پر کماحقہ نسل انسانی کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہیں وہیں عائلی زندگی کے تمام جملہ احکامات وجزئیات کے بارے میں واضح ہدایات عطا کی ہیں۔ برعظیم پاک وہند میں مشترکہ معاشرت کے سبب بہت سے تہذیبی وتمدنی مسائل اور رسوم ورواج کا براہ راست اثر مسلمانان برعظیم پاک وہند پر بھی پڑا۔ انہی اثرات میں سے ایک اہم رسم جہیز ہے جو اس مشترکہ معاشرت کے نتیجے میں مسلمانوں میں داخل ہوگئی ہے۔ چونکہ یہ رسم مسلمانوں میں بہت بعد میں داخل ہوئی اس لئے قرآن واحادیث، متقدمین فقہاء وآئمہ کرام کے مصادر وعلمی ورثہ میں اس حوالے سے کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ اگر یہ رسم قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی معاشرت کا حصہ ہوتی تو ہمارے متقدمین کے علمی ورثہ میں جہاں نکاح کے دیگر متعلقات مثلاً: نکاح کے مقاصد، حکم، ولیمہ کی شرعی حیثیت، نان ونفقہ کے مسائل، حرمت مصاہرت، مہر، زوجین کے باہمی حقوق، طلاق، عدت وغیرہ کے حوالے سے کوئی پہلو تشنہ نہیں رہا وہیں جہیز کی تفصیلات و جزئیات کا بیان بھی ضرور ملتا۔لہذا اس حوالے سے متقدمین کے ہاں معمولی سا تذکرہ بھی موجود نہیں ہے۔لیکن متاخرین فقہاء کرام نے جہیز کی شرعی حیثیت، اس کا حق ملکیت و دیگر جزئیات کا تفصیلا بیان کیا ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی شفیعؒ جہیز کی شرعی حیثیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

خود آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام و تابعینؒ کے عمل سے یہ واضح ہے کہ جہیز دینے کو نکاح کا کوئی

لازمی جزء سمجھا گیا ہے، نہ اس کی ایسی پابندی کی گئی کی تنگی و ترشی کی ہر حالت میں جہیز ضرور ہی دیا جائے اور اس کے بغیر لڑکی کی شادی محال سمجھی جائے اور نہ جہیز کی مقدار اتنی زیادہ رکھی گئی جتنی آجکل معمول بن گئی ہے۔ اس کے برعکس ہمارے زمانے میں جہیز کو جس طرح نکاح کا لازمی جزء قرار دیا گیا ہے جس طرح اس کے بغیر شادی کو ناک کٹوانے کا مترادف سمجھ لیا گیا اور جس طرح اس کی مقدار میں نام ونمود دکھلاوے کی خاطر روز بروز اضافہ کیا جارہا ہے کہ غریب سے غریب انسان قرض لے لے کر رشوت اور مال حرام استعمال کرکے اس مقدار کو پورا کرنا ضروری سمجھتا ہے اور جب تک اس پر قدرت نہ ہو لڑکیاں بغیر نکاح کے بیٹھی رہتی ہیں یہ پورا طرز عمل سنت کے خلاف ہے اور اس سے بے شمار معاشرتی خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔لہٰذا اسکی اصلاح کے لیے ہر اقدام مستحسن اور قابل تقلید ہے۔(۳۳)

غرض یہ کہ علمی، عقلی اور شرعی کسی بھی حیثیت سے غور فرمایئے جہیز کی رسم آپ کو انتہائی قبیح ، مذموم اور بھیانک معلوم ہوگی۔ اوراس سے اجتناب کرنا انسانیت کے نام لیواؤں کے لئے ضروری ہے جو انسانیت کے نجات دہندہ ہیں۔(۳۴)

محمد ابوزہرہ اپنی کتاب الاحوال الشخصیہ میں (متاع البیت) کے تحت رقم طراز ہیں:

راء ی الحنفیه، وهو ان اعداد البیت علی الزوج لان النفقة بکل انواعها من، مطعم و ملابس ومسکن علیه و اعداد البیت من المسکن مکان بمقتضی هذا لیس عوض الجهاز لانه عطاء و نحلة کما سماه القرآن فهو ملك خالص لها و هوحقها علی الزوج بمقتضی احکام الزوج و لیس ثمه من مصادر الشریعة ما یجعل المتاع حقا علی المرء ة ولایثبت حق من حقوق الزوج من غیر دلیل(۳۵)

حنفی فقہا کی رائے یہ ہے کہ گھر (اور گھریلو سامان) کی تیاری خاوند کے ذمہ ہے کیونکہ ہر قسم کا خرچہ مثلا کھانا، لباس اور رہائش کی جگہ دینا اس پر واجب ہے اور گھریلو ساز وسامان (جسے عرف عام میں جہیز کا نام دیا جاتا ہے) رہائش کے مکان میں داخل ہے۔ پس اس اعتبار سے گھریلو ساز وسامان کی تیاری خاوند پر واجب ہوئی۔ حق مہر جہیز کا عوض نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ صرف اور صرف عطیہ ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کا نام نحلة (عطیہ) رکھا۔ وہ خالصتاً بیوی کی ملک ہے اور خاوند پر اس کا حق ہے۔ مصادر شریعت میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں جس کی بنیاد پر گھریلو ساز وسامان کی تیاری کو دعوت کو حق قرار دیا جاسکے۔ اور بغیر کسی دلیل کے کبھی کوئی حق ثابت نہیں ہوتا۔

فقہا نے اس حوالے سے بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ مالکی فقہاء کے نزدیک اگرچہ جہیز کے سامان کی تیاری عورت کے ذمہ ہے مگر اسی کے ساتھ یہ وضاحت بھی ہے کہ وہ یہ سامان مہر کی پیشگی رقم (مہر معجّل) سے بنائے گی نہ کہ اپنے ذاتی مال یا والدین کے مال سے۔ اگر شوہر کی طرف سے حق مہر میں سے پیشگی کوئی رقم رخصتی سے قبل اس کے پاس نہ بھیجی جائے تو اس پر سامان جہیز لازم نہیں ہے۔

فان لم تکن قد قبضت شیاء من المهر فلیس علیها جهاز(۳۶)

اگر اس عورت نے پیشگی مہر میں سے کوئی چیز نہ لی ہو تو اس پر جہیز واجب نہیں۔

محمد عبداللہ اپنی کتاب الکواکب الدریة فی فقه المالکیه میں لکھتے ہیں:

فان لم تقبض شیاء قبل البناء لم یلزمها تجهیز(۳۷)

اگر بیوی نے رخصت سے قبل کوئی چیز نہ لی ہو تو اس پر سامان جہیز لازم نہیں۔

فقہا کی ان آراء سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سامان جہیز شرعاً خاوند کے ذمہ واجب ہے، جب بیوی اس کے گھر جائے گی تو اس کی جملہ ضروریات (نہ کہ تعیّشات) کا وہ ضامن ہوگا۔ اسلام میں جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے انہیں ہر حال میں ادا کرنا چاہئے اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے اجتناب ضروری ہے۔ کیونکہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ اور بعض امور ایسے ہیں جن سے بچنا ضروری ہوتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے۔

فان الحلال بین ، والحرام بین، و بین ذلك امور مشتبهة لا یعلیمهن کثیر من الناس،فمن اتقی الشبهات قد استبرا لدینه وعرضه ،ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام، کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یرتع فیه،ألا وان لکل ملك حمی،ألاوان حمی محارمه،ألاوان الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله،واذا فسدت فسد الجسد کله،ألا وهی القلب"(۳۸)

حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان بعض مشتبہ چیزیں ہیں۔ تو تم مشکوک چیزوں کو ترک کر کے غیر مشکوک چیزوں کو اختیار کرو۔

یہ شریعت کا ایک عام ضابطہ اور قاعدہ کلیہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اہل اسلام کے لئے جن باتوں کو ضروری سمجھا ان کو پوری وضاحت کے ساتھ قرآن اور حدیث میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اور ان کی مزید تشریح و توضیح فقہا نے کر دی ہے۔ مگر جہیز کی رسم اور اس کے رواج کو شریعت اسلامی نے غیر ضروری بلکہ مفسد تمدن تصور کر کے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ چنانچہ قرآن، حدیث اور فقہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اگر شریعت میں اس

کی ذرا بھی اہمیت ہوتی تو اسے نظر انداز نہ کیا جاتا۔جبکہ نکاح اور معاشرتی زندگی سے متعلق چھوٹے چھوٹے جزئیات تک کا تذکرہ اسلامی شریعت میں ملتا ہے۔لہذا یہ سراسر ایک غیر اسلامی بلکہ جاہلی تصور ہے جو ایک سماجی ظلم اور زیادتی ہے۔اسلام ہر قسم کے سماجی ظلم اور زیادتیوں کو مٹانے اور غلط رسوم و رواجات کو نیست و نابود کرنے کے لیے دنیا میں آیا ہے۔لہذا وہ اس سماجی ظلم کی حمایت کس طرح کرسکتا ہے۔(۳۹)

ہمارے معاشرے میں لوگ شادی کے موقع پر بیٹیوں کو جہیز دے کر ان کو ان کے حق وراثت ادا نہیں کرتے اور دیئے جانے والے جہیز کو وراثت کا قائم مقام بنا دیتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں وراثت کے تمام احکام تفصیلا بیان کردیئے گئے ہیں۔اسلام میں جہاں عورتوں کو بہت سے معاشرتی، اخلاقی، قانونی حقوق عطا کیے ہیں وہیں اس کو عطا کیئے جانے والے معاشی حقوق میں سے ایک اہم حق وراثت کا حق بھی ہے۔لیکن افسوس ناک صورتحال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں بھی لڑکیوں کو ان کے اس حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔اور جہیز کو ان کے اس حق کو متبادل تصور کیا جاتا ہے ایسی سوچ رکھنا اور ایسا کرنا اسلام کے قانون وراثت سے انحراف ہے جو سراسر گناہ ہے۔

جہیز کی حیثیت اور وراثت میں عورتوں کا حصہ:

شادی کے موقع پر دولہن کو والدین کی طرف سے دیا جانے والا سامان، کپڑے، دیگر استعمال کی اشیاء وغیرہ داج یا جہیز کہلاتا ہے۔اسلام میں جہیز کی کوئی روایت نہیں، ہندو وراثت میں لڑکی کو حصہ دار نہیں سمجھتے اس لیے اسے شادی کے وقت حسب توفیق جو دے سکتے ہوں دے دیتے ہیں۔اس لئے بعض اوقات لڑکی ضروریات زندگی کی ہر چیز کا مطالبہ ماں باپ سے کرتی ہے، جس میں گھریلو استعمال کا فرنیچر، ٹرنک، کپڑے، استعمال کے برتن، اوردوسری استعمال کی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی شامل ہوتی ہے۔(۴۰)

شادی کے موقع پر دیا جانے والا یہ سامان نہ صرف دلہن کے والدین دیتے ہیں بلکہ اس کا بوجھ دلہن کے ننھیالی رشتہ داروں پر بھی ڈالا جاتا ہے۔شریعت اسلامیہ میں کسی کو بھی کسی ایسے بوجھ کا متحمل قرار نہیں دیا جاسکتا جس کا وہ مکلّف نہیں ہے۔ہمارے معاشرے میں یہ بوجھ نہ صرف لڑکی کے والدین پر ہوتا ہے بلکہ مختلف رسومات کی وجہ یہ بار لڑکی کے ننھیالی رشتہ پر بھی ہوتا ہے اور وہ معاشرتی رسومات نبھانے کے لئے چار و ناچار ایسا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔بعض اوقات دیکھنے میں آتا ہے کہ ان رسومات کی وجہ سے آپس میں لڑائی جھگڑا بھی ہوجاتا ہے کہ ننھیال والوں نے نواسی کی شادی پر خرچ کم کیا ہے یا فلاں رسم کی ادائیگی نہیں کی۔نانکی چھک نہیں دیا وغیرہ۔

نانکی چھک: دلہن کو اس کے ننھیال نانا، نانی (وہ نہ ہوں تو ماموں) سب سے زیادہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔جس کو

نانکی چھک کہتے ہیں۔ اس میں کپڑے، زیور، کے علاوہ جہیز کی دوسری چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ یوں ننھیال کو شادی پر دوسروں سے زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ یہ دراصل مشترکہ معاشرت کی دین ہے، کیونکہ ہندو مذہب میں لڑکی کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا۔ اسے جہیز کی صورت میں اور پھر اس کی اولاد کو نانکی چھک کے نام پر دیا جاتا ہے۔ (۴۱)

اس طرح یہ نہ صرف لڑکی کے والدین پر بوجھ ہوتا ہے بلکہ یہ اس کے ننھیال پر بھی ایک بوجھ ہوتی ہے نیز جہیز کو وراثت قرار دینا اور اس کا متبادل قرار دینے کی روش بھی ہمارے معاشرے میں عام ہے۔

بعض لوگ بیٹی کو جہیز اس کی وراثت میں سے دیتے ہیں حالانکہ والدین بیٹی کو جو جہیز کا سامان دیتے ہیں وہ ان کی طرف سے تحائف ہوتے ہیں اس جہیز کو دلہن کی وراثت سے دینا صحیح نہیں ہے۔ ،جبکہ بعض لوگ لڑکی کو شادی کے وقت جہیز دے کر وراثت سے محروم کر دیتے ہیں جبکہ وہ لڑکے کو بھی شادی کے وقت سامان وغیرہ دیتے ہیں لیکن اسے وراثت سے محروم نہیں کرتے یہ لڑکیوں کے ساتھ کتنی بڑی نا انصافی اور ظلم ہے۔ (۴۲) اسلام رسم جہیز کے برعکس عورت کو وراثت کا حق دیتا ہے۔ اسلام کے عطا کردہ حقوق نسواں میں سے ایک حق حق میراث بھی ہے۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (۴۳)

اللہ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے میراث کے بارے میں کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گی گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو مورث چھوڑ کر مرا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو نصف ملے گا۔

لڑکیاں جو اب تک میراث سے محروم تھیں اسلام نے انہیں حق میراث دیا۔ اسلام نے لڑکیوں کو جب یہ حق دیا تو بہت سے لوگوں کو بہت تعجب ہوا کہ ان لڑکیوں کو بھی حصہ ملے گا جو جنگ نہیں کر سکتیں اور حصہ بھی اتنا زیادہ۔ لیکن حقیقی طور پر اسلام کا منشا یہ تھا کہ ملکیت کا اقتدار مردوں ہی کا مخصوص امتیاز نہیں ہے بلکہ اس اقتدار میں عورت بھی شریک ہے۔ (۴۴) جبکہ ارشاد خداوندی ہے: و اتوا حقه اورحق والوں کو ان کا حق دو۔

مفتی احسان الحق شائق اس حوالے سے لکھتے ہیں:

بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے جو بیٹی کو جہیز دے دیا اسکے بعد وراثت میں اس کا حصہ نہیں رہا کیونکہ ہم نے نیت کی تھی کہ یہ جو کچھ ہم اسے دے رہے ہیں وراثت کا حصہ ہے، یہ بھی غلط ہے آپ اسے جہیز میں کتنا ہی دے دیں مگر وراثت کا حصہ جو شریعت نے مقرر کر دیا وہ پورے کا پورا موجود ہے جہیز دینے سے بیٹی محروم نہیں

ہوتی لوگ سمجھتے ہیں کہ اپنی زندگی میں اسے اتنا دے دیا تو اب وراثت میں اس کا حصہ نہیں رہا، یہ بالکل غلط ہے، زندگی میں وراثت جاری نہیں ہوتی کسی کو کتنا ہی دے دیں وہ اس کے لئے ہبہ ہے وراثت تو جاری ہوگی مرنے کے بعد مگر مرنے کا خیال تو آج کل کے مسلمان کو آتا ہی نہیں، یہ سمجھتا ہے کہ مرے گا ہی نہیں۔ (۴۵)

اسلام میں اگرچہ لڑکی کو وراثت کا باقاعدہ حصہ دار بنایا گیا ہے۔ مگر مسلمانوں نے عملی طور پر لڑکیوں کو اس شرعی حق سے محروم کر رکھا ہے اس کی تلافی کے لئے انھوں نے اس ہندو طریقہ کو اختیار کرلیا ہے کہ شادی کے موقع پر لڑکی کو کافی سامان دے کر اسے خوش کر دیا جائے، جہیز حقیقتا اسلام کے قانون وراثت سے فرار کی تلافی ہے جس کو پڑوسی قوم سے لے کر اختیار کرلیا گیا ہے۔ (۴۶)

ڈاکٹر حافظہ شاہدہ پروین اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> اگر لڑکی جہیز لے لے تو بعض والدین اسے وراثت سے بھی محروم کر دیتے ہیں کیونکہ وہ جہیز کو وراثت کا نعم البدل سمجھتے ہیں۔ بعض دفعہ ایک بیٹی کو سسرال کے تقاضے کی بناء پر زیادہ جہیز دیا جاتا ہے۔ دوسری کو کم، یا ساری جائیداد کو لڑکیوں کا جہیز خریدنے یا ان کی شادی کا قرض چکانے پر لگا دینا اور لڑکوں کے لئے مالی مشکلات کا انبار لگا دیا جاتا ہے۔ (۴۷)

ڈاکٹر صاحبہ مزید لکھتی ہیں:

> اگر لڑکی کو وراثت کے متبادل کے طور پر جہیز دیا جائے تو یہ بھی ظالمانہ فیصلہ ہے اور حدود اللہ سے تجاوز ہے۔ ہندوانہ رسم ہے۔ قرآن پاک میں وراثت کو فریضۃ من اللہ اور حدود اللہ (۴۸) قرار دیا ہے۔ یہ فیصلہ گویا احکام الٰہیٰ کی خلاف ورزی اور حدود اللہ سے تجاوز ہے۔ (۴۹)

پاکستانی معاشرے میں پائی جانے والی انتہائی قبیح رسم ہے بعض اوقات اس کے باعث خونی رشتہ دار ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں اور کتنے ہی گھر اجڑ جاتے ہیں۔

اگر نئی زندگی کے آغاز پر تحفہ کی غرض سے، بغیر کسی دباؤ، لالچ یا وراثت سے محروم کئے بغیر اگر کچھ دیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ (۵۰) حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی زینب کو ایک قیمتی ہار ان کے نکاح کے موقع پر بطور تحفہ عطا کیا۔ (۵۱)

شادی کے موقع پر اگر کچھ ضروری سامان لڑکی کے ہمراہ کر دیا جائے تو بقدر حاجت وضرورت سامان مہیا کرنا شریعت میں ناپسندیدہ نہیں ہے۔ اسی طرح جہیز کا یہ ساز وسامان برادری یا محلّہ میں نہ دکھایا جائے۔ کیونکہ یہ معاشرے میں فساد وانتشار کا موجب ہے نیز شادی بیاہ کے تمام مواقع پر میانہ روی اور سادگی کو شعار بنایا جائے۔

لیکن ہماری معاشرتی صورتحال ان تمام میانہ روی اور ان اخلاقی اصولوں سے عاری ہے۔جس کا عکس ذیل کے اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

ایک خاتون رقیہ اس حوالے سے بتاتی ہے کہ میرے سسرال والے انتہائی لالچی تھے، میری شادی میرے تایا زاد منظور سے کرائی گئی تا کہ جائیداد میں جو حصہ میرے والد کا تھا وہ میرے والدین مجھے جہیز میں دے دیں گے، لیکن شادی میں میرے والد نے تو جہیز کا بھی اہتمام نہ کیا کہ بیٹی جا تو بھائی کے گھر ہی رہی ہے،لیکن سسرال والوں نے جہیز دیکھتے ہی ناک بھوں سکیڑی، میرے سسر، ساس، شوہر اور دونوں نندوں نے میری زندگی حرام کردی، ہر روز یہی سوال ہوتا کہ جاؤ اپنی جائیداد کے کاغذ اپنے نام کرا کے لاؤ، میں شرم اور ڈر کے مارے اپنے باپ کو نہ بتاتی کہ ان کا بھائی کتنا کمینہ اور ذلیل آدمی ہے،لیکن ایک دن میرے گھر والوں کو پتہ چل گیا، میرے والدین نے کہا کہ چلو جائیداد انہی کے نام کردیتے ہیں،مگر میرے بھائیوں کا خون جوش مارنے لگا۔انہوں نے جائیداد دینے سے صاف انکار کردیا،اس بات پر میری ساس نے بیٹے کو قسم دی کہ اس فقیرنی کو ابھی طلاق دے ورنہ میں تیرا دودھ نہیں بخشوں گی، چنانچہ میرے شوہر نے مجھے فورا طلاق دے دی، حالانکہ ہمارا ایک بیٹا بھی تھا،مگر میری ساس نے اور نندوں نے مجھے میرے بیٹے سمیت گھر سے نکال دیا۔آج میرا بیٹا باپ کے ہوتے ہوئے بھی یتیم ہے۔(۵۲)

یہ صرف ایک گھر اجڑنے کا واقعہ ہے،آئے دن اخبارات میں شائع ہونے والی اور ہمارے اردگرد نہ جانے کتنی ہی ان گنت داستانیں ہمارے ایسے ہی معاشرتی رویوں کی عکاسی کرتی ہیں۔جبکہ اسلام مال و دولت اور جہیز کے برعکس ہمیں نکاح کا جو معیار دیتا ہے اس میں دین داری کو اہمیت دی گئی ہے۔

اسلام میں معیار نکاح:

اسلام ہمیں کسی سے نکاح کرنے کا جو معیار دیتا ہے وہ مال و دولت اور سامان جہیز کی کثرت نہیں بلکہ عورت کی دین داری کو معیار قرار دیتا ہے۔اس سلسلے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

> کسی عورت سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے(۱) مال کی وجہ سے، (۲) خاندان کی وجہ سے (۳) خوبصورتی کی وجہ سے (۴) اس کی دینداری کی وجہ سے۔ پھر فرمایا کہ عورتوں سے ان کی دین داری کی وجہ سے نکاح کرو۔(۵۳)

اس کی مزید وضاحت ایک دوسری حدیث میں اس طرح آئی ہے: تم عورتوں سے ان کے حسن کی وجہ سے نکاح مت کرو، کیونکہ ہوسکتا ہے ان کا حسن انھیں تکبر میں مبتلا کر کے ہلاک کردے۔ اور ان سے مال و دولت کی

بنا پر بھی نکاح مت کرو۔ کیونکہ ہوسکتا ہے ان کا مال و دولت انھیں سرکش بنا دے۔لیکن تم دین داری کی بنا پر ان سے نکاح کرو۔ ایک نکٹی اور کالی کلوٹی باندی بھی بہتر ہے۔ جب کہ وہ دین دار ہو۔(۵۴)

ایک اور حدیث میں نیک عورت کو بہترین سرمایہ قرار دیا گیا ہے۔

ایک نیک سیرت بیوی دنیا کا سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ ہے۔(۵۵)

ایک اور مقام ہر آپ ﷺ نے اچھی بیوی کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے مسرور کردے، جب کسی بات کا حکم دے تو بجا لائے اور اپنے نفس کی حفاظت اور شوہر کے مال کے بارے میں اس کی مخالفت نہ کرے جو اسے ناپسند ہو۔(۵۶)

مگر ان تمام فرامین کے برعکس موجودہ دور میں ہم ایک صالحہ بیوی کی بجائے ایسی خاتون سے نکاح کرنے کو ترجیح دیتے ہیں جو بہت سا جہیز بھی لائے اور ساتھ میں ملازمت بھی کرتی ہو۔ کیونکہ اس طرح تمام عمر ہمیں مالی تعاون حاصل رہے گا۔ یہ صورتحال روز بروز گمبھیر ہوتی جارہی ہے جبکہ شریعت اسلامیہ نے گھریلو اسباب کی ذمہ داری مرد پر عائد کی ہے۔

شرعی طور پر گھریلو اسباب مہیا کرنا مرد کے ذمہ ہے:

سید سابق جہیز کے حوالے سے لکھتے ہیں: یہ بس ایک رواج ہے۔جس پر لوگوں کی عادت جاری ہے۔ شرعی طور پر گھریلو تیاری اور جن سامانوں کی ضرورت ہو، مثلاً بستر، آلات سامان وغیرہ تو اس کا ذمہ دار خاوند ہوگا، بیوی پر ان میں سے کسی چیز کی ذمہ داری نہ ہے۔ اس کا مہر جیسا بھی ہو، مہر میں سامان کی وجہ سے اضافہ ہوا ہو۔ کیونکہ عورت حق مہر کی مستحق تو اس بدلے میں ہوتی ہے جو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ زوجیت کے گھر کے لیے سامان تیار کرنے کی وجہ سے نہیں۔(۵۷)

اللہ تعالیٰ نے مرد کو بیوی کے اخرجات پورا کرنے کی وجہ سے فضیلت عطاء کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا (۵۸)

مال کے اعتبار سے عورت کا مرد پر حق ہے۔ اور مرد کا عورت پر کسی طرح کا مالی مطالبہ شریعت میں ہرگز جائز نہیں۔ بیوی کا نفقہ (خرچ) اس کے شوہر پر لازم ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، جب کہ وہ اپنے آپ کو شوہر کے حوالے

کر کے اس کے گھر آجائے تو اس وقت شوہر پر بیوی کا خرچہ اس کی پوشاک، اور اس کے رہنے کی جگہ فراہم کرنا واجب ہے۔ ظاہر ہے جب رہنے کا مکان بذمہ شوہر ہے تو اس گھر میں جن اسباب کی ضرورت ہوگی وہ بھی بذمہ شوہر ہی ہوں گے۔ جن اشیاء کو جہیز کہا جاتا ہے وہ بھی خاوند کے ذمہ ہیں۔

اسی طرح مذکورہ آیت میں بیوی کو جو ذمہ داریاں بیان ہوئی ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) خود کو زنا سے محفوظ رکھے تاکہ اس سبب سے شوہر پر کوئی عار نہ ہو۔

(۲) شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے مال کی حفاظت کرے۔

(۳) گھریلو معاملات بخوبی سنبھالے۔

نیز حدیث مبارکہ میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں آئی ہے۔

خیر النساء التی اذا نظرت الیها سرتك و اذا امرتها اطاعتك واذا غبت عنها حفظتك فی نفسها و مالك۔ (۵۹)

سب سے بہتر عورت وہ ہے جب تو اس کی طرف دیکھے تو خوش کردے اور جب تو اسے کسی بات کا حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جب تو اس کی نظر سے اوجھل ہو جائے تو وہ اپنے نفس اور تیرے مال کے بارے میں تیری حفاظت کرے۔ اس مذکورہ آیت اور حدیث میں کہیں بھی لڑکی میں یہ معیار قرار نہیں دیا گیا کہ وہ سامان جہیز کی کثرت والی ہو۔ بلکہ شوہر کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے کہ وہ اس کی ضروریات کو پورا کرے۔

صاحب ھدایہ نے مرد کی ذمہ داریاں یوں بیان کی ہیں:

النفقة واجبة للزوجة علی زوجها مسلمة کانت او کافرة اذا سلمت نفسها الیٰ منزله فعلیه نفقتها و کسوتها وسکناها(٦٠)

شادی کی موقع پر جہیز خاوند پر لازم نہیں:

عین شادی کے موقع پر جہیز مہیا کرنا لازم نہیں ہے جیسا ہمارے معاشرے میں مروج ہے۔ دور نبوی ﷺ میں سوائے حضرت فاطمہ ﷺ کی رخصتی کے کہ جس میں شادی کے موقع پر جہیز دیا گیا۔ اس کا باعث بھی یہ تھا کہ حضرت علی ﷺ آپ ﷺ کے زیر کفالت تھے۔ اس لئے ان کے لئے الگ گھر بنانے کی پیشگی ضرورت پیش آئی۔ ورنہ آپ ﷺ کی اپنی شادیوں کے مواقع پر اور دیگر تینوں بنات کی شادی کے موقع پر ایسا کوئی اہتمام نظر نہیں آتا۔ شرعی طور پر گھریلو ساز وسامان جب پہلے ہی سے خاوند کے ذمہ ہے اور اسے یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ لامحالہ یہ

اشیاء بیوی کو مہیا کرنی ہیں تو عین شادی کے موقع پر ان اشیاء کا دکھانا عبث ہے۔آخر زندگی بھر میں بیوی کو جو کچھ کھانا ہے، پہننا ہے، دوا کرنا ہے وغیرہ اسے تو کوئی نہیں دکھاتا۔(۶۱)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ہے:

عن خثیمه قال زوج النبی ﷺ امرء ة ثم جهزها الی زوجها و لم یعطها شیاء(٦٢)

خثیمہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا نکاح کر دیا پھر اسے تیار کر کے اس کے خاوند کی طرف بھیج دیا حالانکہ اس کے خاوند نے اسے کوئی چیز نہ دی تھی۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

حضرت بلال حبشیؓ اور حضرت صہیبؓ ایک قبیلے کے پاس آئے اور انہیں پیغام نکاح دیا، انہوں نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ ان دونوں حضرات نے جواب دیا کہ ہم گمراہ تھے ہمیں اللہ نے ہدایت نصیب فرمائی۔ہم مملوک غلام تھے،اللہ نے ہمیں آزاد فرمایا اور ہم مفلوک الحال تھے۔اللہ نے ہمیں غنی بنایا۔اگر تم ہم سے اپنی لڑکیوں کی شادی کردو تو الحمدللہ اور اگر نہ کرو تو سبحان اللہ۔ان لوگوں نے کہا کہ(گھبراؤ نہیں) تمہاری شادی کردی جائے گی۔ اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔(۶۳)

اس واقعہ میں کہیں جہیز لانے کا ذکر نہیں اور ہوتا بھی کیوں کہ جہیز یعنی اثاثہ بیت تو خاوند کی ذمہ داری ہے۔ پھر اس کے ذکر کرنے کا کیا موقع تھا؟ اگر کوئی آدمی عورت کے نان ونفقہ اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو شادی کا مکلّف ہی نہیں۔(۶۴)

اسی طرح بعد کے ادوار میں بھی کہیں اس بات کا تذکرہ نہیں ملتا کہ عین شادی کے موقع پر جہیز دینے کا رواج رہا ہو۔

ابونعیم اصفہانی عین شادی کے موقع پر جہیز کے لازمی نہ ہونے کے حوالے سے اپنی کتاب حلیة الاولیاء میں ایک روایت تحریر کرتے ہیں:

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب کے پاس ایک آدمی آیا جایا کرتا تھا ایک مرتبہ وہ کافی دن غیر حاضر رہنے کے بعد آپ کے پاس آیا آپ نے اس کی طویل غیر حاضری کا سبب دریافت فرمایا۔ اس نے بتایا کی اس کی بیوی فوت ہوگئی تھی اس وجہ سے وہ مصروف رہا۔ حضرت سعید نے اس سے پوچھا کیا تو نے کوئی دوسری شادی کرلی ہے؟ اس نے بتایا کہ میں فقیر

آدمی ہوں مجھے کون رشتہ دے گا؟ حضرت سعیدؒ نے دو درہم مہر کے عوض وہیں اس کا نکاح اپنی بیٹی سے کردیا۔ وہ آدمی گھر چلا گیا تو شام کو اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر اس کے گھر چھوڑ آئے۔ حضرت سعید کی یہی صاحبزادی تھیں جن کے لیے مروان بن حکم نے پیغام بھیجا تھا۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا تھا۔(۶۵)

ان تمام تصریحات سے یہ ثابت ہوتا کہ سامان جہیز خاوند کی ذمہ داری ہے نہ کہ لڑکی یا اس کے والدین کی۔اسی طرح سامان جہیز عورت کی ذاتی ملکیت ہے اس پر شوہر کو کسی طرح کا حق ملکیت حاصل نہیں ہے۔

جہیز کا سامان عورت کی ذاتی ملکیت ہے:

جب عورت اپنے مال سے اپنے لیے جہیز خریدے یا اس کا باپ اس کے لیے خریدے وہ خالص عورت کا حق ہوگا۔ خاوند وغیرہ میں سے کسی کو اس میں حق نہ ہے۔ اسے حق ہے کہ خاوند اور اس کے مہمانوں کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کی اجازت دے۔ جیسا کہ اس کو یہ بھی حق ہے کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرنے سے روک سکتی ہے۔ اگر وہ روک دے تو اس پر کوئی زبردستی نہ ہوگی۔

اس حوالے سے حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں: جتنا زیور عورت کو جہیز میں ملتا ہے وہ اس کی ملک ہے(۶۶)

سامان جہیز جو والدین اپنی بیٹی کو دیتے ہیں اس کا مدار دراصل عرف اور اشیاء کی نوعیت پر ہے۔ جو چیزیں خالصتاً مردوں کے استعمال کی ہیں وہ تو مردوں ہی کی ہوں گی۔ مثلاً نوشہ (دلھا) کا لباس اور گھڑی وغیرہ اور جو عورتوں کے استعمال کی ہیں جیسے زنانی کپڑے، زیورات، وغیرہ تو وہ ان ہی کے شمار ہوں گے۔ ہمارے یہاں عرف میں عموماً مقصد اپنی بچی کو ایسے سامان دینا ہوتا ہے اس لئے بچی ہی اس کی مالک سمجھی جائے گی۔ اور علاحدگی کے وقت یا اس سے پہلے بھی اسے اپنی سسرال سے واپس لانے کی مجاز ہوگی۔(۶۷)

نکاح یا شادی کے موقع پر، حق مہر والدین کی طرف سے ملنے والا جہیز وغیرہ اور عزیزوں کی طرف سے ملنے والے تحائف جو لڑکی کو ملیں سب پر لڑکی کی ذاتی ملکیت ہوتی ہے۔ اسکی زندگی میں کسی کا اس کے مال سے کوئی قانونی تعلق نہیں۔ اگر کوئی شخص سسر ہو، خاوند ہو، یا بہن بھائی، غرض کسی کو لڑکی کی اس ذاتی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کا حق نہیں۔(۶۸)

لڑکی کے والدین جو جہیز لڑکی کو دیتے ہیں وہ لڑکی کی ملک ہے۔ اس جہیز کو واپس نہیں لے سکتے۔ اور اگر لڑکی مر جائے تو بقدر شرعی لے سکتے ہیں، اسی طرح مرنے والی عورت کا خاوند بھی وارث ہوگا۔(۶۹)

عصری معاشرتی صورتحال اور رسم جہیز :

ہمارے معاشرے میں جہیز نہ ہونے کے سبب بہت سی لڑکیاں بن بیاہی رہ جاتی ہیں۔ جس سے معاشرے میں فسادو اخلاقی بے راہ روی پیدا ہوتی ہے۔لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ہمیں صورتحال کی سنگینی کا احساس تک نہیں ہے۔

ہمارے آج کے معاشرے میں جہیز ایک انتہائی بوجھل رسم کی صورت اختیار کرگئی ہے۔ چنانچہ آج کے اس گھمبیر مسئلے میں جب تک لوگ اپنی طلب اور اپنے زاویہ سوچ میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے اس وقت تک کوئی بھی قانون خواہ کتنا ہی سادہ یا سخت ہوگا بے معنی ثابت ہوگا۔ دریں حالات ہم ماں باپ اور خاص طور پر شادی شدہ جوڑوں کو یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ وہ مادی طلب کے غلط اور تکلیف دہ نظریئے کو بدل ڈالیں اور مادی اشیاء اور دولت گھر کی زیبائش میں اضافہ کردیتی ہے۔ دوسروں پر رعب بھی بڑھ جاتا ہے اور وقار بھی بڑھ جاتا ہے لیکن اگر خاوند اور بیوی میں یگانگت نہیں ہے۔ بلکہ اپنی اپنی جگہ اپنی اپنی امارات اور اپنے اپنے وقار کا احساس برتری ایک دوسرے میں اجنبیت کا سا ماحول پیدا کررہا ہے تو ایسی مادی طلب اور اس کے حاصل وصول کا کیا فائدہ۔ (۷۰)

جہیز کی رسم سے جہاں اور بہت سے مفاسد جنم لے رہے ان میں سب سے بڑا مفسدہ نکاح میں تاخیر کا رجحان ہے جس کے باعث حرام وقبیح افعال کی جانب لوگ راغب ہورہے ہیں اور حلال راستہ اختیار کرنا ان کے لئے مشکل تر ہے۔ مولانا تقی عثمانی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> آج ہم نے نکاح کو مشکل بنا دیا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب حلال کے دروازے بند کر دیے تو حرام کے دروازے کھل رہے ہیں، آج اگر حلال کا راستہ کوئی شخص اختیار کرنا چاہے تو اس کے راستے میں پابندیاں اور رکاوٹیں ہیں اور جب تک لاکھوں روپیہ نہ ہو۔ وہ حلال راستہ اختیار نہیں کرسکتا، جس کا نتیجہ یہ ہے کی لوگ حرام کی طرف جارہے ہیں، اور اس کے دروازے چوپٹ کھلے ہیں۔اس کے ذریعہ معاشرے میں فساد پھیل رہا ہے۔(۷۱)

ڈاکٹر حافظ مبشر حسین اس معاشرتی برائی کے بارے میں ان الفاظ میں رقمطراز ہیں:

> عصر حاضر میں یہ معمولی ساز و سامان نہیں رہا بلکہ ٹرکوں پر لاد کر لے جانے والا سامان جس کے نہ لانے پر لڑکی کی سب خوبیاں غائب اور میکے سے خالی ہاتھ آنے کا طعنہ اس کا استقبال کرتا ہے، طعنے ، گالی گلوچ، مار پیٹ، شوہر سے علیحدگی اور بہو کے نذر آتش ہونے اور چولھا پھٹنے کے واقعات روزانہ اخبارات کی زینت بنتے ہیں ہمیں سوچنا چاہیے کہ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ وہ بچیاں

جو جہیز نہ ہونے کی وجہ سے شادی کے فریضے سے سبکدوش نہ ہوسکیں۔۔۔؟ یا والدین جو اپنی بچیوں کے لئے جہیز فراہم نہ کرسکے۔۔۔؟ یا پھر وہ سسرال جن کی طرف سے جہیز کی میٹر لمبی فہرست جو شادی کی پہلی شرط کے طور پر لڑکی والوں کے گھر روانہ کی گئی۔۔۔؟ یا وہ معاشرہ جس کی رسومات کو بہر حال پورا کرنا ناگزیر تھا؟ یا پھر اسلامی ممالک کے ارباب اقتدار جنہوں نے اس رسم قاتل پر قابو پانے کی کوئی سبیل نہ کی۔۔۔؟(۷۲)

گویا مسلمان یہ کہتے ہیں کہ جہیز رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، کیوں کہ رسول ﷺ نے جب اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا تو ان کو اپنے پاس سے جہیز بھی عطا کیا۔ اس قسم کی بات دراصل غلطی پر سرکشی کا اضافہ ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیا اس کو کسی طرح بھی جہیز نہیں کہا جاسکتا۔ اور اگر جہیز کہا جائے تو ساری دنیا میں غالباً کوئی ایک مسلمان بھی نہیں جو اپنی لڑکی کو یہ پیغمبرانہ جہیز دینے کے لئے تیار ہو۔(۷۳)

حضرت فاطمہؓ کو دیئے جانے والے جہیز کا موازنہ اگر ہم مروجہ رسم جہیز سے کرلیں تو معلوم ہوگا ان دونوں میں کیا نسبت؟ ان کا آپس میں کوئی تقابل نہیں۔

حافظ یوسف صلاح الدین لکھتے ہیں:

> بعض لوگ کہتے ہیں، اپنی اولاد کو عطیہ یا ہبہ دینا کوئی بری بات تو نہیں۔ یقیناً یہ بات تو صحیح ہے۔ دوسرے، اپنی اولاد کو عطیہ یا ہبے کے طور پر دینا جائز بلکہ مستحب ہے۔ لیکن عطیہ یا ہبہ تو دل کی خوشی سے دیا جاتا ہے۔ دوسرے، اپنی طاقت کے مطابق دیا جاتا ہے۔ تیسرے اس میں کسی کا دباؤ نہیں ہوتا۔ چوتھے اسے وراثت کا بدل نہیں سمجھتا جاتا۔ کیا جہیز میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔

ہمارے مروجہ جہیز میں تو ہدیہ یا ہبہ والی مذکورہ چیزیں بالکل نہیں پائی جاتیں۔ اس کو تو شادی کا لازمی حصہ بنادیا گیا ہے، کسی کے پاس طاقت ہے یا نہیں؟ اس سے کسی کو کوئی غرض نہیں۔ بھاری بھرکم جہیز ضرور ہونا چاہیے۔ نہیں تو سسرال میں لڑکی کا جینا دوبھر کردیا جائے گا۔ اس دباؤ اور مجبوری کی وجہ سے ہر شخص کو بھاری مقدار میں جہیز مہیا کرکے دینا پڑتا ہے۔ چاہے اس کے بعد وہ ساری عمر قرض کے بوجھ تلے کراہتا رہے۔

خلاصۂ بحث:

بہر حال جہیز کے بارے میں معتدل موقف یہی ہے کہ ماں باپ اپنی طاقت کے مطابق، تھوڑا یا زیادہ، کچھ دیں، تو یقیناً ایک جائز عمل ہے، لیکن اس میں ایک تو معاشرے کا دباؤ یا لڑکے والوں کی طرف سے مطالبہ نہ ہو۔ دوسرا، اسے وراثت سے محروم کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ تو پھر شاید اس کا جواز نکل آئے اور اسے ہندوانہ رسم قرار

نہ دیا جاسکے۔(۷۴)

جہیز کے بارے میں اگر متذکرہ بالا اصول اپنا لیا جائے تو یقیناً ہماری معاشرتی صورتحال بہتر ہوسکے گی۔

ان تمام تعلیمات کے باوجود یہ باطل رسومات ہمارے معاشرے میں زہر قاتل کی طرح سرایت کرچکی ہیں جو ہر روز نہ جانے کتنی جوان بچیوں کے جذبات واحساسات کا قتل کرتی ہیں اور بہت سی بچیاں ان گنت خواب سجائے بڑھاپے کی دہلیز پار کرجاتی ہیں اور بعض تو اس لاحاصل انتظار سے تنگ آکر اپنی زندگی کا خاتمہ کرلیتی ہیں۔جبکہ فطری طور پر ہر باپ چاہتا ہے کہ وہ زندگی کے اس اہم موقع پر اپنی لخت جگر کو کوئی نہ کوئی ہدیہ یا تحفہ ضرور دے لیکن اس کو حضرت فاطمہؓ کی ذات اقدس سے منسوب کرکے جو مذہبی تقدس دیا جاتا ہے اس مذہبی تقدس کی آڑ میں جو نمود ونمائش، تفاخر، احساس برتری کا جو کھیل کھیلا جاتا ہے۔وہ ہر حال میں خلاف شرع ہے۔ورنہ اگر اس اہم موقع پر اگر والدین تھوڑا بہت تحفہ اپنی بیٹی کو عطا کردیتے ہیں تو اس کی حیثیت درجہ مباح کی ہے۔

غرض شادی بیاہ کے سلسلے میں خواہ مخواہ اسراف اور فضول خرچی سے کام لینا نہ صرف شرعی اعتبار سے قابل مذمت ہے بلکہ خود معاشرتی وتمدنی نقطہ نظر سے یہ چیز بربادی کا پیش خیمہ ہے۔شادی کو آسان سے آسان تر ہونا چاہیے جو ہر امیر وغریب کے لئے یکساں طور پر قابل حصول ہوسکے ورنہ زندگی ایک عذاب بن جائے گی۔(۷۵)

لہٰذا حکومت وماہرین قانون کو چاہیے کہ جہیز کی رسم کو ختم کرنے کے لئے مؤثر قانون سازی کریں اور اس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔ایسا نہ ہو کہ اس قانون کے ساتھ بھی وہی ہو جو ۱۹۷۶ء میں بنایا جانے والے جہیز پر پابندی کے قانون جیسا ہی ہو۔جس میں سامان جہیز کی تحدید کی اور اس کی مالیت ۵۰۰۰ روپے رکھی گئی اور شادی کے موقع دیئے جانے والے تحفہ کی قیمت ۱۰۰ روپے مقرر کی گئی۔ (۷۶) ۲۰۰۵ء میں سینٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی برائے مذہبی امور کے اس وقت کے چیئرمین مولانا سمیع الحق نے بے جا جہیز کی لعنت کو کنٹرول کرنے کے لئے جہیز کی حد بندی کے بل کی منظوری دی تھی جس کے تحت پچاس ہزار روپے سے زائد کے جہیز دینے کی پابندی لگائی گئی تھی۔فیملی کورٹس کے ججز کو اس قانون کی خلاف ورزی پر ایک سال کی قید اور جرمانے کی سزا کا اختیار دیا گیا تھا۔(۷۷) لیکن صد افسوس یہ قانون وسینٹ میں پیش کردہ بل قانونی حیثیت سے تو موجود رہا لیکن معاشرتی سطح پر اس پر کوئی عمل نہیں کیا گیا۔ حکومت اور ماہرین قانون کو معاشرے میں سرایت کرنے والے اس ناسور کے خاتمے کے لئے قانون سازی کی جانب سنجیدہ کوششیں کرنی چاہئیں۔جب تک اس حوالے سے کوئی سخت قانون نہیں بنتا تب تک شاید معاشرے سے اس بدنما داغ کو ختم کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے۔نیز اس سلسلے میں تمام افراد معاشرہ بالخصوص ارباب حل وعقد، اساتذہ کرام، واعظین، آئمہ کرام، ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد پر یہ ذمہ داری عائد

ہوتی ہے کہ وہ اس حوالے سے قوم کو ان تمام چیزوں کے مفاسد سے آگاہ کریں اور خود بھی سادہ طرز عمل اپنائیں نیز تعلیم و تربیت کے شعبوں کو زیادہ فعال کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ایک صالح معاشرے کی بنیاد رکھی جا سکے۔

حوالہ جات و حواشی

(۱) لغاری، ارشد منیر؛ خان، غلام علی، ڈاکٹر، عالم اسلام میں کثرت سے رواج پذیر رسم جہیز (پاکستان کے حوالے سے عصری، عملی اور شرعی صورت حال)، ششماہی القلم، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، ج:۱۶، شمارہ:۶، ص: ۲۴۰

(۲) ابن منظور افریقی، لسان العرب، (مادہ جھز) بیروت، ۱۹۵۶ء، ج:۵، ص:۱۳۲۵

(۳) لوئیس مالوف، المنجد، بیروت، ۱۹۵۶ء، ص:۱۰۶

(۴) اصفھانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، کتاب الجیم، کراچی، نور محمد، س۔ن، ص:۱۰۱

(۵) نئیر نور الحسن، مولوی، نور اللغات، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء، ج:۱، ص:۱۲۶۵

(۶) اردو انسائیکلو پیڈیا، لاہور، فیروز سنز، ص:۵۴۹

(7) Max Radian, Encyclopedia of Social Science , The Macmillan Company,MCML, (New York, 1950) Vol: 5, P: 230

(۸) السید سابق، فقه السنه، بیروت، لبنان، ج:۲، ص:۱۶۷

(۹) السید سابق، فقہ السنہ، (باب الجھاز) جدہ، شرکۃ دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیہ، س۔ن، ج:۲، ص:۳۰۲

(۱۰) ایضا

(11) Devasia, leelamma, famale victims, India, Dattson Publishers,Nagpur, 1989, P: 141.۸-

(۱۲) وحید الدین خان، مولانا، خاتونِ اسلام، کراچی، فضلی سنز، اردو بازار، ۱۹۹۸ء، ص:۲۳۵

(13) Altekar, Dr, The position of women in Hindu civilization, Dehli, 1983, p:70

(14) ibid,P:71

(۱۵) نسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی، حافظ، سنن نسائی، ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹ء، کتاب النکاح، باب جہاز الرجل ابنتہ، حدیث نمبر:۳۳۸۶

(۱۶) ایضا

(۱۷) سورہ یوسف:۵۹

(۱۸) ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن ابن ماجہ، ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع ۱۹۹۹ء، کتاب الزہد، باب ضجاع آل محمد، ص:۳۱۷، حدیث نمبر:۴۱۵۲

(۱۹) بحوالہ، محمد یوسف کاندھلوی، مولانا، حیاۃ الصحابہ، مترجم: للطباعۃ والنشر والتوزیع، دارالقلم، ج:۲، ص:۶۶۹

(۲۰) ایضا، ص:۶۶۷؛

(۲۱) محمد بن اسحٰق، سیرۃ ابن اسحق، دارالفکر۔ بیروت، ۱۹۷۸ء، ص:۲۴۶ ؛ الزرقانی، ابوعبداللہ محمد بن الباقی، شرح الزرقانی علی المواھب الدنیہ بالمنح المحمدیہ،
دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء، ج:۲، ص:۳۵۹

(۲۲) قسطلانی، مواھب الدنیہ، المکتبہ الاسلامی، ۱۹۹۱ء، ج:۱، ص:۳۸۳۔۳۸۴

(۲۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۶ء، ج: السابع ص:۲۵۳۔۲۵۵

(۲۴) شیخ ابوجعفر طوسی، کتاب الامالی، عراق، جدید نجف اشراف، ج:۱، ص:۳۹

(۲۵) ابن ماجہ، السنن، کتاب النکاح، باب الولیمہ، ص:۱۳۷

(۲۶) صدیقی، محمد یسین مظہر، مولانا، پروفیسر، عہد نبوی ﷺ کا تمدن، نئی دہلی، اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۰ء، ص:۷۵۷

(۲۷) ابن سعد، طبقات الکبری، ج:۷، ص:۲۵۸۔۲۵۹

(۲۸) الاخطب خوارزم، نجف اشرف، مطبع حیدریہ، ۱۹۶۵ء، ص:۲۵۲

(۲۹) محمد شکیل اوج، پرفیسر، ڈاکٹر، نسائیات۔ چند فکری مباحث، کراچی، فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ کراچی، ۲۰۱۲ء، ص:۸

(۳۰) خالد سیف اللہ رحمانی، حلال وحرام، کراچی، زمزم پبلشرز، ۲۰۰۴ء، ص:۲۷۶

(۳۱) نسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی، ریاض، دارالسلا م للنشر والتوزیع ۱۹۹۹ء، کتاب النکاح، باب البناء فی السفر، حدیث نمبر:۳۳۸۲

(۳۲) ندوی، شہاب الدین، جہیز ایک غیر اسلامی تصور، ص:۷۵،

(۳۳) محمد شفیع، مفتی، جواھر الفقه، کراچی، مکتبہ دارالعلوم، ۲۰۱۰، ج:۴، ص:۴۰۴۔۴۰۵

(۳۴) ندوی، شہاب الدین، مولانا، جہیز ایک غیر اسلامی تصور، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۹۲ء، ص:۲۱

(۳۵) محمد ابوزہرہ، الاحوال الشخصیة، دارالفکر العربی، ۱۹۷۷ء، ص: ۲۳۸

(۳۶) ایضا

(۳۷) محمد عبداللہ، الکواکب الدریة فی فقه المالکیه، قاہرہ، ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ء، ج:۲، ص:۱۸۲

(۳۸) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹ء، باب البیع، حدیث نمبر:۱۹۷۲

(۳۹) جہیز ایک غیر اسلامی تصور، ص:۱۲۳

(۴۰) پاکستان کا ثقافتی انسائیکلو پیڈیا، پنجاب، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور۔۲۰۱۲ء، ص:۱۳۱

(۴۱) ایضا، ص:۱۳۰

(۴۲) ضیاء الدین، پروفیسر، ڈاکٹر، عورت قبل از اسلام، کراچی، النور ہیلتھ وایجوکیشن ٹرسٹ، ۲۰۰۶ء، ص:۲۲۵۔۲۲۶

(۴۳) النساء:۱۱

(۴۴) احسان الحق شائق، مفتی، مولانا نام ازدواجی زندگی کے شرعی مسائل اوران کا حل، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۱۱ء، ص:۱۵۲

(۴۵) خاتون اسلام، ص: ۲۳۵

(۴۶) ایضا

(۴۷) شاہدہ پروین، ڈاکٹر، حافظہ، عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات، لاہور، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۱۴ء، ص:۱۲۹

(۴۸) النساء:۱۱، ۱۴

(۴۹) عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات، ص: ۱۳۰

(۵۰) ایضا

(۵۱) السیرۃ النبویه، ج۲، ص: ۳۵۹؛ طبقات، ج: ۸، ص:۳۱

(۵۲) عارفہ خان، عکس زن، لاہور، برائٹ بکس، س۔ن، ص:۱۳۱۔۳۲

(۵۳) الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، ص:۹۱۰، حدیث نمبر:۵۰۹۰

(۵۴) ابن ماجہ، محمد بن یزید، امام، السنن ابن ماجه، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹ء، کتاب النکاح، باب تزویج ذات الدین، ص:۲۶۶، حدیث نمبر: ۱۸۵۹

(۵۵) السنن النسائی، کتاب النکاح، باب ای النساء خیر، ص: ۴۴۷، حدیث نمبر:۳۲۳۴

(۵۶) ایضا، کتاب النکاح، باب کراھیة تزویج الزناة، ص: ۴۴۷، حدیث نمبر: ۳۲۳۳
(۵۷) سید سابق: ج:۲، ص: ۱۶۷
(۵۸) النساء:۴:۳۴
(۵۹) السنن نسائی، ب النکاح، باب کراھیة تزویج الزناة، ص: ۴۴۷، حدیث نمبر: ۳۲۳۳
(۶۰) ھدایہ، ج:۲، ص: ۴۳۷
(۶۱) سعداللہ، حافظ، عائلی زندگی اور ہمارے مسائل کا حل، سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں، ششماہی جہات الاسلام، ج:۶، شمارہ:۱، لاہور، کلیہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، ص: ۹۷
(۶۲) مصنف عبدالرزاق، کراچی، مجلس علمی، ۱۳۸۲ھ۔۱۹۷۲ء، ج:۶، ص: ۱۸۲
(۶۳) امام غزالی، احیاء علوم الدین، کتاب آداب النکاح، بیروت، دارالکتب العلمیہ، س۔ن، ج:۲، ص: ۴۴
(۶۴) مشکوٰۃ المصابیح، کراچی، سعید کمپنی، ص: ۲۶۷
(۶۵) ابونعیم اصفہانی، حلیة الاولیاء، بیروت، دارالکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ۔۱۹۸۰ء، ج:۲، ص: ۱۶۷۔۱۶۹
(۶۶) تھانوی، اشرف علی، مولانا، اشرف الاحکام، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۴۲۴ھ، ص: ۱۵۹
(۶۷) خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا، جدید فقہی مسائل، کراچی، زمزم پبلشرز، ۲۰۰۶ء، ج:۱، ص: ۱۹۷
(۶۸) ہزاروی، عبدالقیوم خان، منہاج الفتاوٰی، منہاج القرآن پرنٹرز، ۲۰۰۱ء، ج:۳، ص: ۱۲۶؛ مفتی محمود حسن گنگوہی، فتاوٰی محمودیہ، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی، ۲۰۰۵ء، ص: ۱۱۵
(۶۹) جالندھری، مولانا خیر محمد، مرتبہ: مفتی محمد انور، خیر الفتاوٰی، جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۱۹۹۷ء، ج:۴، ص: ۶۰۳
(۷۰) محمد ہارون معاویہ، مولانا، ازدواجی زندگی کی مشکلات اوران کا حل، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۵ء، ص: ۴۱
(۷۱) تقی عثمانی، مفتی، مولانا، اصلاحی خطبات، کراچی، ورمیمن پبلشرز، لیاقت آباد، ۲۰۰۱ء، ص: ۶۷۔۶۸
(۷۲) مبشر حسین، حافظ، ھدیة العروس، لاہور، مبشر اکیڈمی، ۲۰۰۷ء، ص: ۱۹۱
(۷۳) خاتون اسلام، ص: ۲۳۵
(۷۴) صلاح الدین یوسف، حافظ، مسنون نکاح اور شادی بیاہ کی رسومات، لاہور، دارالسلام، ۴۲۔۴۳
(۷۵) اصلاحی خطبات، ص: ۱۴۰

(76) http://www.bbc.com/urdu/lg/pakistan/2010/10/101014/_kpk_assambly_dowry_ban.shtml. Retrived on 5.8.2015

(77) http://www.m.hamriweb.com/articles/detail.aspx?id=23671

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆